آغا حشؔر کاشمیری

(حالاتِ زندگی)

آپ کا پورا نام محمد شاہ، لقب آغا اور تخلص حشؔر تھا۔ ان کے والد اپنے وطن کشمیر سے بغرض تجارت بنارس آئے، جہاں آغا حشر ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر پر حاصل کی، بعد میں فرائن مشن سکول میں داخلہ لیا۔ سکول کے زمانے ہی سے شاعری شروع کی۔ بنارس میں تھیٹر دیکھ کر ڈرامہ لکھنے کا شوق پیدا ہوا اور چودہ برس کی عمر میں پہلا ڈرامہ ''آفتاب محبت'' ایک کمپنی کے لیے لکھا اسی شوق نے انھیں بمبئ پہنچایا۔

بمبئ میں الفریڈ کمپنی کے لیے کئی مشہور ڈرامے لکھے۔ جلد ہی اِس کمپنی کے مالک نے اِنہیں ڈیڑھ سو روپے ماہوار تنخواہ پر ملازم رکھ لیا۔ اِس دوران اُنھوں نے مشہور ڈرامے شہیدِ ناز، سفید خون، خواب ہستی، خوبصورت بلا، نیک پروین، رستم وسہراب اور پاک دامن تحریر کیے۔ اِن سے قبل اُردو ڈراموں کا دارو مدار شاعری اور موسیقی پر تھا مگر حشر نے ڈراموں میں مکالمے شامل کیے اور بڑی حد تک اسے شاعری کی قید سے آزاد کیا۔

اُردو ڈرامہ نگاری کی تاریخ میں آغا حشؔر کاشمیری کا نام ہمیشہ سرِفہرست رہے گا۔ اِنہیں ہندوستان کا شیکسپیئر کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ڈرامے کا آغاز نثر کی بجائے نظم میں ہوا اور تماشائیوں کی دلچسپی کے لیے بار بار گانے اور رقص ضروری قرار دیئے گئے لیکن آغا حشؔر نے اس روایت میں تبدیلی پیدا کی۔ اُن کا اعزاز یہ ہے کہ انھوں نے ایک تو ڈرامے کو کہانی دی۔ دوسرا اسے نثر کا تحفہ دیا لیکن ساتھ ساتھ اشعار کی صفت بھی موجود رہنے دی۔ ان کے مکالموں میں بہت گھن گرج نظر آتی ہے بقول صلاح الدین احمد ان کے مکالموں میں بادل کی کڑک اور بجلی کی گرج و چمک نظر آتی ہے۔ ان کے ڈراموں کے اکثر موضوعات انسانی مسائل پر مشتمل ہیں ان کے ڈراموں میں سرمایہ داروں کے ظلم وستم اور غریب کی آبروریزی کے نمونے ملتے ہیں۔ اِن پر بازاری مزاح اور گھٹیا طنز وظرافت کا الزام لگایا جاتا ہے مگر عوامی شوق کے پیش نظر وہ ایسے مناظر ڈراموں میں شامل کرنے پر مجبور تھے۔

آغا حشر کے ڈراموں میں ہر طبقہ کے کردار ملتے ہیں۔ اِن کے قلم کا کمال یہ ہے کہ ہر کردار اپنی معاشرتی اور طبقاتی حیثیت کے مطابق زبان بولتا ہے۔ وہ اپنے کرداروں کے خدوخال کسی مُصّور کی مانند اُبھارتے ہیں اِن کے ہاں نسوانی کرداروں کی بھرمار ہے۔ انھوں نے ۱۹۳۵ء میں لاہور میں وفات پائی۔

رستم و سہراب

(آغا حشر کاشمیری)

مقاصدِ تدریس

- طلبہ میں ہمدردی اور سوچ و بچار کا جذبہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو انسانی زندگی کی قدر و قیمت سے آگاہ کرنا۔
- ڈرامے کے اجزائے ترکیبی سے آگاہ کرنا۔
- آغا حشر کاشمیری کے اسلوب نثر سے متعارف کروانا۔

الفاظ و تراکیب

گھات	قہر و غضب	سجدہ ہائے نیاز	فانی	ہیٹے
حقیر	نقارہ	اُلفت	ناشاد	کوکھ

پسِ منظر

ایران کا بادشاہ کیکاؤس اور تورانی بادشاہ افراسیاب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ان میں اکثر جنگیں رہا کرتی تھیں۔ توران کے علاقے سمنگان میں ایک مرتبہ ایرانی پہلوان رستم کا گھوڑا داخل ہوا۔ وہ گھوڑے کی بازیابی کے لیے شاہ سمنگان کے دربار میں گیا۔ بادشاہ نے اُسے مہمان رکھا۔ اس دوران میں رستم کی شاہ سمنگان کی بیٹی تہمینہ سے شادی ہوگئی۔ رستم نے تہمینہ کو ایک مہرہ دیا تاکہ اگر بیٹا پیدا ہوا تو اس کے بازو پر باندھ سکے اور ایران چلا گیا۔

تہمینہ کے بطن سے سہراب پیدا ہوا۔ جوان ہونے پر تورانیوں کی فوج میں شامل ہوا۔ انفرادی جنگ میں ایران کی طرف سے رستم جبکہ توران کی جانب سے سہراب نکلا۔ ایک سازش کے تحت باپ بیٹے کو ایک دوسرے سے اجنبی رکھا گیا۔ لیکن سہراب نے دیکھا کہ اس کے مدِ مقابل میں وہ ساری نشانیاں موجود ہیں جو باپ کے متعلق اس کی والدہ نے بتائی تھیں۔ اسی واسطے وہ بار بار نام پوچھتا تھا مگر رستم اپنا نام نہیں بتاتا۔

دونوں میں انفرادی جنگ ہوئی پہلے روز سہراب غالب رہا۔ نصاب میں اس کے بعد کا چھٹا سین شامل کیا گیا ہے۔

چھٹا سین (میدانِ جنگ)

(رستم اُداس چہرے اور غمگین دل کے ساتھ مایوس نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے)۔

رستم: پروردگار! میں نے کبھی تیرے قہر و غضب کو حقیر نہیں سمجھا۔ کبھی تیری طاقت کے سامنے اپنی فانی طاقت کا غرور نہیں کیا۔ پھر اس ذلت کی شکل میں تو نے مجھے میرے کس گناہ کی سزا دی ہے؟ اے دردمندوں کی دوا اور کمزوروں کی طاقت! اے ناامیدوں کی امید! میں نے کل ساری رات تیرے حضور میں سجدہ ہائے نیاز کے ساتھ آنسو بہا کر مدد کے لیے التجا کی ہے۔ اپنے عاجز بندے کی التجا قبول کر۔ اس بڑھاپے میں دنیا کے سامنے میری شرم رکھ اور ایک بار میری جوانی کا زور و جوش مجھے دوبارہ واپس دے دے۔

ے تیری قدرت پلٹ سکتی ہے سارے کارخانے کو
پھر اک دن کے لیے تو بھیج دے پچھلے زمانے کو

سہراب: صبح ہوگئی ممکن ہے یہ آج کی صبح اس کی زندگی کی شام ثابت ہو۔ نہ جانے کیا سبب ہے کہ اس کی موت کا خیال آتے ہی میری روح کانپ اٹھتی ہے (رستم کو دیکھ کر) تو آ گیا؟ کیا جنگ کے نقارے کی پہلی چوٹ سے تیری نیند ٹوٹ گئی؟

رستم: بہادر اپنا وعدہ نہیں بھولتا۔ میں آدھی رات سے صبح ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

سہراب: آج لڑائی کا دوسرا دن ہے جانتا ہے اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوگا؟

رستم: ہم دونوں میں سے ایک کی موت!

سہراب: شیر دل بوڑھے! میرا دل تیری موت دیکھنے کے لیے راضی نہیں ہوتا۔ ایک غیبی آواز بار بار مجھے اس جنگ سے روک رہی ہے۔ اگر ایران کی گود بہادر فرزندوں سے خالی نہیں ہے تو جا واپس جا اور اپنے عوض کسی اور ایرانی دلیر کو بھیج دے۔ میں تجھے زندگی اور سلامتی کے ساتھ لوٹ جانے کی اجازت دیتا ہوں۔

رستم: کل کی اتفاقی فتح پر غرور نہ کر۔ ہر نیا دن انسان کے لیے نئے انقلاب لے کر آتا ہے۔ تقدیر کا پہیہ ہمیشہ ایک ہی سمت میں نہیں گھومتا۔

ے گھڑی بھر میں بدلنا ہوگا تجھ کو پیرہن اپنا
منگا کر پاس رکھ لے جنگ سے پہلے کفن اپنا

(جنگ شروع ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد سہراب ہاتھ روک لیتا ہے)۔

سہراب: آج میں تجھ میں نیا جوش اور نئی قوت دیکھ رہا ہوں۔ جواں ہمت بوڑھے! مجھے پھر شک ہوتا ہے کہ تو رستم ہے۔ میں تیری عزت کا واسطہ اور تیری بہادری کی دہائی دے کر ایک بار پھر تیرا نام پوچھتا ہوں۔ زور سے نہیں، منت سے! غرور سے نہیں، عاجزی سے!

رستم: تو میرا نام ہی جاننا چاہتا ہے تو سن میرا نام ہے.............

سہراب: (خوشی کی گھبراہٹ سے) رستم!

رستم: نہیں! سہراب کی موت۔

سہراب: افسوس! تو نے میرے رحم کی قدر نہیں کی۔

(دوبارہ جنگ ہوتی ہے۔ رستم سہراب کو گرا کر سینے پر چڑھ بیٹھتا ہے)۔

رستم: بس اسی ہمت اسی طاقت پہ تھا اتنا غرور — تو کوئی شیشہ نہ تھا کیوں ہو گیا پھر چُور چُور

کیا ہوا زور جوانی اٹھ اجل ہے گھات — دیکھ لے اب کس قدر قوت ہے بوڑھے ہاتھ میں

(سہراب کے سینے میں خنجر جھونک دیتا ہے)۔

سہراب: آہ! اے آنکھو! تمہارے نصیب میں باپ کا دیدار نہ تھا کہاں ہو؟ پیارے باپ کہاں ہو؟ باپ کہاں ہو؟ آؤ آؤ کہ مرنے سے پہلے تمہارا سہراب تمہیں ایک بار دیکھ لے۔

کیا خبر تھی کہ بگڑ جائے گی قسمت اپنی
آخری وقت دکھا دو مجھے صورت اپنی

رستم: اپنی جوانی کی موت پر ماتم کرنے کے لیے باپ کو یاد کر رہا ہے؟ اب تیرے باپ کی محبت، اس کے آنسو، اس کی فریاد، کوئی تجھے دنیا میں زندہ نہیں رکھ سکتی۔

مرہم کہاں جو رکھ دے دلِ پاش پاش پر
آیا بھی وہ تو روئے گا بیٹے کی لاش پر

سہراب: بھاگ جا۔ بھاگ جا۔ اس دنیا سے کسی دوسری دنیا میں بھاگ جا۔ تو نے سام و نریمان کے خاندان کا چراغ بجھا دیا ہے۔ تاریک جنگلوں میں پہاڑوں کے غار میں، سمندر کی تہہ میں، تو کہیں بھی جا کر چھپے لیکن میرے باپ رستم کے انتقام سے نہیں بچ سکے گا۔

رستم: (چونک کر کھڑا ہو جاتا ہے) کیا کہا؟ کیا کہا؟ تو رستم کا بیٹا ہے؟

سہراب: ہاں۔

رستم: تیری ماں کا نام؟

سہراب: تہمینہ۔

رستم: تیرے اس دعوے کا ثبوت؟

سہراب: ثبوت اس بازو پر بندھی ہوئی میرے باپ رستم کی نشانی۔

رستم: جھوٹ ہے، غلط ہے، تو دھوکا دے رہا ہے۔ مجھے پاگل بنا کر اپنے قتل کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ (گھبراہٹ کے ساتھ سہراب کے بازو کا کپڑا پھاڑ کر اپنا دیا ہوا مہرہ دیکھتا ہے) وہی مہرہ، وہی نشانی! (سر پٹک کر) کیا کیا؟ کیا کیا؟ اندھے پاگل جلاد! یہ کیا کیا؟ شیر جیسا خونخوار، بھیڑیے جیسا ظالم، ریچھ جیسا موذی حیوان بھی اپنی اولاد کی جان نہیں لیتا۔ لیکن تو انسان ہو کر حیوان سے بھی زیادہ خونی اور جہنم سے بھی زیادہ بے رحم ہے۔۔۔۔

ے خون میں ڈوبا ہے وہ جس سے مزہ جینے میں تھا
دل کے بدلے کیا کوئی پتھر ترے سینے میں تھا
توڑ ڈالا اپنے ہی ہاتھوں سے او ظالم اسے
تیرا نقشہ، تیرا ہی چہرہ جس آئینے میں تھا

سہراب: فتح مند بوڑھے! تو رستم نہیں ہے پھر میری موت پر خوش ہونے کے بدلے اس طرح کیوں رنج کر رہا ہے؟

رستم: (رو کر) اس دنیا میں رنج، آنسو، رونے اور چھاتی پیٹنے کے سوا میرے لیے اب اور کیا باقی رہ گیا ہے۔ میں نے تیری زندگی تباہ کر کے اپنی زندگی کا ہر عیش اور اپنی دنیا کی ہر خوشی تباہ کر دی۔ مجھ سے نفرت کر! میرے منہ پر تھوک دے! مجھ پر ہزاروں زبانوں سے لعنت بھیج۔

ے فغاں ہوں، حسرت و ماتم ہوں، سر سے پاؤں تک غم ہوں
میں ہی بیٹے کا قاتل ہوں، میں ہی بدبخت رستم ہوں

(سہراب کے پاس ہی زمین پر گر پڑتا ہے اور سہراب اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر چھاتی سے لپٹ جاتا ہے)۔

سہراب: بابا! میرے بابا!

رستم: ہائے میرے پیارے! تو نے الفت سے، نرمی سے، منت سے، کتنی مرتبہ میرا نام پوچھا، اس محبت و عاجزی کے ساتھ پوچھنے پر لوہے کے ٹکڑے میں بھی زبان پیدا ہو جاتی ہے، پتھر بھی جواب دینے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے لیکن اس دو روزہ دنیا کی جھوٹی شہرت اور اس فانی دنیا کے فانی غرور نے میرے ہونٹوں کو ہلنے کی اجازت نہ دی۔ میرے بچے! میری تہمینہ کی نشانی۔۔۔۔۔

ع کس جگہ بے رحم سینے میں یہاں رکھوں تجھے
آنکھ میں، دل میں، کلیجے میں، کہاں رکھوں تجھے

سہراب: ہومان، بارمان، ہجیر سب نے مجھے دھوکا دیا۔ بابا نہ رو! میری موت اللہ کی مرضی سمجھ کر صبر کر۔۔۔

ع مل گئی مجھ کو جو قسمت میں سزا لکھی تھی
باپ کے ہاتھ سے بیٹے کی قضا لکھی تھی

رستم: جب تیری ناشاد ماں بال نوچتی، آنسو بہاتی، چھاتی پیٹتی، ماتم اور فریاد کی تصویر بنی ہوئی سامنے آ کر کھڑی ہوگی اور پوچھے گی کہ میرا لاڈلا سہراب، میرا بچہ، میری کوکھ سے پیدا ہونے والا شیر کہاں ہے؟ تو اپنا ذلیل منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لینے کے سوا اسے کیا جواب دوں گا؟ کن لفظوں سے اس کے ٹوٹے دل اور زخمی کلیجے کو تسلی دوں گا۔۔۔؟

ع سنوں گا ہائے کیسے مامتا کی اس دہائی کو
کہاں سے لاؤں گا مانگے گی جب اپنی کمائی کو
نگاہیں کس طرح اٹھیں گی مجھ قسمت کے ہیٹے کی
میں کس منہ سے دکھاؤں جانے ماں کو لاش بیٹے کی

سہراب: پیارے باپ! میری بدنصیب ماں سے کہنا کہ انسان سب سے لڑ سکتا ہے، قسمت سے جنگ نہیں کر سکتا۔ آہ! (رستم کی گود سے زمین پر گر کر آنکھیں بند کر لیتا ہے)۔

رستم: یہ کیا! یہ کیا! میرے بچے آنکھیں کیوں بند کر لیں؟ کیا خفا ہو گئے؟ کیا ظالم باپ کی صورت دیکھنا نہیں چاہتے؟ یہ موت کا گہوارہ، یہ خون میں ڈوبی ہوئی زمین، پھولوں کا بستر، ماں کی گود، باپ کی چھاتی نہیں ہے۔ پھر تمہیں کس طرح نیند آ گئی۔۔۔

سہراب: ماں۔۔۔۔۔اللہ۔۔۔۔۔تمہیں۔۔۔۔۔۔تسلی دے!

رستم: اور۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔بیٹا بولو۔۔۔۔۔بولو، چپ کیوں ہو گئے۔ آہ! آہ! اس کا خون سرد ہو رہا ہے۔ اس کی سانسیں ختم ہو رہی ہیں۔ اے اللہ! اے کریم و رحیم اللہ! اولاد باپ کی زندگانی کا سرمایہ اور ماں کی روح کی دولت ہے۔ یہ دولت محتاجوں سے نہ چھین، اپنی دنیا کا قانون بدل ڈال، اس کی موت مجھے اور میری باقی

زندگی اسے بخش دے۔ موت! موت تو زال ورودابہ کے گھر کا اجالا اور میرے بڑھاپے کی امید، میری تہمینہ کا بولتا کھیلتا ہوا کھلونا کہاں لے جا رہی ہے؟ دیکھ، میری طرف دیکھ! میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو تاج و تخت کی بھیک دی ہے۔ آج ایک فقیر کی طرح تجھ سے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگتا ہوں۔۔۔۔۔

ڈال دے جھولی میں تو میرے گلِ شاداب کو
ہاتھ پھیلائے ہوں میں دے دے مرے سہراب کو

سہراب: (آنکھیں بند کیے ہوئے) دنیا۔۔۔ رخصت۔۔۔۔ اللہ! (مر جاتا ہے)۔

رستم: آہ! جوانی کا چراغ آخری ہچکی لے کر بجھ گیا۔ بے رحم موت نے میری امید کی روشنی لوٹ لی۔ اب لاکھوں چاند، ہزاروں سورج مل کر بھی میرے غم کا اندھیرا دور نہیں کر سکتے۔ آسمان، ماتم کر! زمین، چھاتی پیٹ! درخت، پہاڑو، ستارو، ٹکرا کر چور چور ہو جاؤ! آج ہی زندگی کی قیامت ہے۔ آج ہی دنیا کا آخری دن ہے۔ زندگی! دنیا! کہاں ہے زندگی؟ کہاں ہے دنیا؟ زندگی سہراب کے خون میں اور دنیا رستم کے آنسوؤں میں ڈوب گئی (دیوانوں کی طرح پکارتا ہے) سہراب۔۔۔۔۔۔ سہراب۔۔۔۔۔۔ سہراب۔۔۔۔۔۔ (غش کھا کر گر پڑتا ہے)۔

(پردہ گرتا ہے)

(رستم و سہراب)

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف) رستم اُداس چہرے اور غمگین دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کیوں التجا کر رہا تھا؟

ب) رستم کے للکارنے پر سہراب کیا جواب دیتا ہے؟

ج) ”تقدیر کا پہیہ ہمیشہ ایک ہی سمت میں نہیں گھومتا“، رستم کے اس جملے کا مطلب کیا تھا؟

د) دوسرے دن کی جنگ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

ہ) رستم کو کس طرح معلوم ہوا کہ یہ اس کا بیٹا سہراب ہے؟

د)   سہراب کے مرنے کے بعد رستم کی حالت اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

ز)   جب سہراب زندگی کی آخری سانس لے رہا تھا تو رستم کیا دعا مانگ رہا تھا؟

ح)   سہراب کو کس طرح شک ہوا کہ اُس کا مدمقابل رستم ہی ہے؟

۲)   سہراب کے کردار کے حوالے سے اس کے چند اوصاف لکھیں۔

۳)   رستم اور سہراب کے کرداروں کا ایک دوسرے سے موازنہ کریں۔

۴)   آغا حشر کاشمیری کے ڈرامے رُستم اور سہراب سے کتاب میں شامل سین کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

۵)   اگر آپ رستم کی جگہ ہوتے تو سہراب کے نام پوچھنے پر کیا جواب دیتے؟

ڈرامہ

ڈرامہ یونانی زبان کے لفظ ڈراؤ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی عمل کر کے دکھانا۔ ڈرامے کی ابتداء بھی یونان سے ہوئی۔ برصغیر میں بھی قدیم زمانوں سے ڈرامے کا سراغ ملتا ہے۔ راجہ بکرماجیت کے عہد کا لکھا ہوا ڈرامہ ''شکنتلا'' دنیا بھر میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ قدیم زمانے میں لوگ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ڈرامہ کھیلا کرتے تھے۔ مگر بعد میں یہ ترقی کر کے فن کی منزل تک پہنچ گیا۔ ڈرامے کی دو مشہور اقسام ہیں۔

۱۔ طربیہ ڈرامہ: وہ ڈرامہ جس میں ہنسی اور مزاح کے ذریعے سماج کی کمزوریوں سے پردہ اٹھایا جائے۔

۲۔ المیہ ڈرامہ: وہ ڈرامہ جس میں پیش آنے والے واقعات اندوہناک ہوں اور اس کا انجام المیہ ہو۔

ڈرامے کے اجزائے ترکیبی

۱۔ پلاٹ: کہانی کو پلاٹ کہا جاتا ہے۔ ڈرامے کا پلاٹ مختصر، دلچسپ اور جاذب ہونا چاہئے۔ ڈرامہ نگار کو چاہئے کہ وہ پلاٹ سے غیر ضروری چیزوں کو خارج کر دے اور مواد کو مضبوط اور مربوط انداز میں پیش کرے۔

۲۔ کردار نگاری: ڈرامے کا تعلق چونکہ فعل اور عمل سے ہے۔ اس لیے اس میں کردار نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کرداروں کی گفتگو اور حرکات وسکنات ہی ڈرامے کو کامیاب بناتی ہیں۔ لہٰذا کرداروں کی گفتگو موقع محل کے مطابق ہونی چاہئے۔

۳۔ ارتقائی عمل: اس منزل میں ابتدائی منازل سے گزر کر پھیلنا شروع ہوتا ہے۔ کہانی کئی پیچیدگیوں سے گزرتی ہے اور مختلف مسائل ابھرتے ہیں۔ ڈراما نگار کو چاہئے کہ وہ ارتقائی عمل کے دوران میں مناسب اختصار کے ساتھ واقعات کو آگے بڑھائے۔

۴۔ کشمکش: تصادم یا کشمکش ڈرامے کے پلاٹ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔تصادم ہی سے حق و باطل کا مسئلہ اٹھتا ہے اور اسی بنیاد پر کہانی کا ایک کردار ہیرو اور دوسرا ولن بن جاتا ہے۔کبھی یہ تصادم افراد میں ہوتا ہے۔لہٰذا یہ کشمکش گزشتہ واقعات کے نتیجے میں بڑے فطری انداز میں ظاہر ہونی چاہیے۔

۵۔ مکالمہ نویسی: مکالمے کو ڈرامے میں بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس کی بناء پر ہم کرداروں کو سمجھ سکتے ہیں۔،خود کلامی ہی ڈرامے کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ہے۔

۶۔ اسٹیج: ڈرامے میں سب سے ضروری چیز اسٹیج ہے۔اس کے بغیر ڈرامہ بے جان جسم کی حیثیت رکھتا ہے۔اسٹیج پر مختلف کردار نمودار ہوتے ہیں اور ان کی حرکات وسکنات اور بول چال سے ہم کردار کا نقشہ اپنے ذہنوں میں بٹھاتے ہیں۔

۷۔ اختتامی عمل: ڈرامے کی اس منزل میں کرداروں کا باہمی تصادم ختم ہو جاتا ہے۔اور اس میں کہانی کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچ جاتی ہے۔

سرگرمیاں

۱) اساتذہ کرام طلبہ سے کسی بھی ادب پارے کا مرکزی خیال/ اہم نکات نتائج، کردار، واقعات کی تشریح، استحسانی انداز میں لکھوائیں۔
۲) طلبہ سے گروپ کی صورت میں ڈرامے لکھوائے جائیں۔
۳) اساتذہ کرام طلبہ کو چند دیگر ڈرامہ نگاروں کے ڈراموں کے کچھ حصے سنائیں۔

اشاراتِ سبق

۱) طلبہ کو انسانی رویوں سے آگاہ کریں۔
۲) طلبہ کو اُردو زبان میں ڈرامہ نگاری کی روایت مختصراً بتادیں۔
۳) طلبہ کو ڈرامہ نگاری میں آغا حشر کاشمیری کے مقام سے آگاہ کریں۔
۴) طلبہ کو آغا حشر کاشمیری کے مکالموں کی اہمیت اور اسلوب بتادیں۔